مسلم خواتین کو درپیش مسائل اور ان کا حل

مسلم پرسنل لا بیداری مہم

۲۳/اپریل تا ۷/مئی ۲۰۱۷ء

جماعت اسلامی ہند

D-321، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

فون نمبر: 011-26951409, 26941401, 26948341

فیکس نمبر: 011-26950975

Email:markazjih@gmail.com

Website:jamaateislamihind.org

نام کتاب : مسلم خواتین کو درپیش مسائل اوران کا حل

صفحات : ۱۶

اشاعت : مارچ ۲۰۱۷ء

ناشر : مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

ڈی ۳۰۷، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

فون: ۲۶۹۸۱۶۵۲، ۲۶۹۸۴۳۴۷ فیکس:۲۶۹۸۷۸۵۸

E-mail: mmipublishers@gmail.com

Website:mmipublishers.net

مطبوعہ : ڈی پی پرنٹر اینڈ بائنڈر، اوکھلا-۱، نئی دہلی-۲۰

MUSLIM KHAWATEEN KO

DARPESH MASAYL AUR UN KA HAL (Urdu)

Pages:16

ترتیب

مخالفین اسلام کے اعتراضات	۴
مسلم معاشرے کا بگاڑ	۵
اسلامی خاندان	۵
آسان نکاح	۶
عائلی تنازعات اوران کے اسباب	۸
تنازعات کوحل کرنے کے طریقے	۱۱
طلاق کا نامناسب طریقہ اوراس کے نقصانات	۱۲
تعدد ازواج	۱۳
عورت کا حقِ وراثت	۱۴
ہمارے کرنے کے کام	۱۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، جو زندگی کے تمام مسائل سے بحث کرتا اوران کا موزوں حل پیش کرتا ہے، کیوں کہ اس کی تعلیمات کسی انسان کی نہیں، بلکہ اس مالک حقیقی کی عطا کردہ ہیں، جو پوری کائنات کا خالق ہے۔ اسی نے مرد اور عورت کی تخلیق کی۔ زندگی گزارنے کے تمام قوانین آسمانی کتابوں کے ذریعے نازل فرمائے اور رسولوں کے ذریعے ان پر عمل کر کے دکھلا دیا کہ یہ قوانین انسانی فطرت کی تکمیل و بقا اور ارتقا کا سامان کرتے ہیں۔

مرد اور عورت کے درمیان نکاح کے ذریعے میاں بیوی کا پاکیزہ رشتہ وجود میں آتا ہے اور ایک خاندان کی ابتدا ہوتی ہے۔ کئی خاندان مل کر سماج بناتے ہیں۔ انسانوں کے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ یہ سماج کن اصولوں اور ضوابط کے تحت زندگی گزارے کہ اس میں ہر فرد کے حقوق اور ذمہ داریوں میں توازن قائم رہے۔ ان اصول وضوابط کو عائلی نظام کہتے ہیں۔ اس نظام کا بنیادی مقصد عورت اور مرد کی شخصیت کا مکمل ارتقا، پاکیزہ معاشرے کا قیام اور اعلیٰ انسانی تہذیب کی تعمیر ہے۔

مخالفین اسلام کے اعتراضات

ہمارے ملک کی کثیر آبادی کو اسلام کے بارے میں کچھ واجبی سی معلومات ہوتی ہیں۔ وہ اسلام کی عائلی تعلیمات کو خواتین کے لیے ظالمانہ تصور کرتے ہیں۔ کچھ معترضین اسلام کی تعلیمات سے ناواقفیت کی بنا پر غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں تو کچھ جان بوجھ کر ان تعلیمات پر اعتراضات کرتے ہیں۔

اسلام کی عائلی تعلیمات پر وقتاً فوقتاً اعتراضات ہوتے رہتے ہیں۔ آج کل تین طلاق، تعدد ازواج اور حلالہ کو لے کر پورے ملک میں میڈیا کے ذریعے غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اسلام میں مسلم خواتین کو مساوی

حقوق حاصل نہیں ہیں، دوسری طرف کچھ اسلامی تعلیمات سے ناواقف اور غیر ذمہ دار مسلمان خواتین نے عدالت میں مقدمہ دائر کر رکھا ہے کہ ایک سے زیادہ نکاح اور تین طلاق پر پابندی عائد کی جائے، کیوں کہ اس کی وجہ سے خواتین پر ظلم ہو رہا ہے۔

مسلم معاشرے کا بگاڑ

اسلام کی عائلی تعلیمات پر اعتراضات کا اہم سبب موجودہ مسلم معاشرے کا بگاڑ ہے۔ مسلمانوں کی دین سے دوری اور جہالت کی وجہ سے بہت سی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں، جیسے نکاح کو آسان بنانے کے بجائے فضول خرچی اور بے جا رسوم کو اختیار کر کے مشکل بنا دیا گیا ہے۔ بہت معمولی اسباب سے ازدواجی زندگی میں تلخیاں پیدا ہو جاتی ہیں، جو اس حد تک بڑھتی ہیں کہ مرد بہ یک وقت تین طلاق دے بیٹھتا ہے، جس کے سبب کچھ ہی دیر میں ایک بسا بسایا گھر اجڑ جاتا ہے، بچے ماں باپ کے درمیان تقسیم ہو جاتے ہیں۔

پھر جب زوجین کے دوبارہ یکجا ہونے کی صورت باقی نہیں رہتی تو حلالہ کے ناجائز طریقے کو اپنایا جاتا ہے۔ تعدد ازواج کی صورت میں بیویوں کے درمیان عدل کو قائم نہیں رکھا جاتا۔ مسلم معاشرہ کا ایک بگاڑ یہ بھی ہے کہ اس میں عورت کو وراثت سے بالکلیہ محروم رکھا جاتا ہے اور اسے اپنے والدین اور دیگر قریبی رشتہ داروں کی میراث میں سے کچھ بھی حصہ نہیں دیا جاتا جب کہ یہ اس کا حق ہے، جس کی قرآن میں صراحت کی گئی ہے۔

اسلامی خاندان

اسلام کا عائلی نظام انسانیت کے لیے رحمت ہے۔ اس کی ابتدا خاندان سے ہوتی ہے، جس میں ہر فرد اپنی ذمہ داریوں کو بہ حسن و خوبی انجام دیتا ہو، آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی ہوتی ہو اور ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہوں۔ افراد کی تعداد اور طرز رہائش کے اعتبار سے خاندان چھوٹے بڑے ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ جیسے مختصر خاندان یا مشترک خاندان۔ مختصر خاندان میں آدمی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہے۔ کبھی والدین اور بعض قریبی رشتہ دار بھی اس کا حصہ ہوتے ہیں، جب کہ مشترک خاندان میں والدین

اپنے بیٹوں اوران کے بیوی بچوں کے ساتھ مل کر رہتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے خاندان کا سربراہ مرد ہے۔عورت اپنے شوہر کے گھر اور اولاد کی نگراں ہوتی ہے اوراس سے اس کی باز پرس ہوگی۔یعنی عورت گھر کی منتظمہ ہے۔ اس کی ذمہ داری ہے کہ اگر گھر میں اللہ اوراس کے رسول کی نافرمانی ہورہی ہوتو اسے روکنے کی کوشش کرے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے، جب عورت ایک سچی مومنہ اور مسلمہ ہو۔آج معاشرہ میں جو غیر شرعی رسم ورواج عام ہیں وہ دین سے ناواقف خواتین کی وجہ سے ہیں۔ اگرایک مسلمان خاتون یہ ٹھان لے کہ میرے گھر میں اسلامی تعلیمات کے تحت ہی تمام کام ہوں گے تو وہ گھر کوایک مثالی خاندان بناسکتی ہے۔

آسان نکاح

اسلامی تعلیمات ہمیں یہ راہ نمائی کرتی ہیں کہ لڑکی کے نکاح کے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ لڑکا دین دار ہو،صرف دولت اوراونچی ڈگریوں ہی کو نہ دیکھا جائے، بلکہ اس کا اخلاق وکردار پاکیزہ ہواور وہ بلند حوصلہ اور کشادہ دل ہو،تا کہ وہ زندگی کے نشیب و فراز کو صبر وثبات اور خوشی کے ساتھ برداشت کرسکے اور گھر کے ماحول کو جنت نشاں بنانے کی کوشش کرے۔

اسی طرح لڑکی کے انتخاب میں بھی اسی معیار کو سامنے رکھا جائے۔محض دولت و ثروت،حسن وجمال،عہدہ ومنصب کی بنیاد پر شادی نہ کی جائے، بلکہ سیرت واخلاق،عادات واطوار اور دین داری کو ترجیح دی جائے۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:''عورت سے نکاح چار اسباب سے کیا جاتا ہے: مال ودولت،حسب ونسب،خوب صورتی اور دین داری۔تم کسی دین دار عورت سے نکاح کرو۔''(بخاری ومسلم) آپؐ نے یہ بات اس لیے ارشاد فرمائی کہ آج کا صحیح انتخاب ایک بہتر مستقبل کی ضمانت ہے۔نیک اور باصلاحیت اولاد ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور والدین واہل خاندان کے لیے ثواب جاریہ بنتی ہے۔جوڑے کے انتخاب کے بعد جو ہدایت دی گئی ہے، وہ یہ کہ نکاح سادگی کے ساتھ ہو،لیکن دیکھا گیا ہے

کہ نکاح کے موقع پر امیر ہو یا غریب صرف نام ونمود کے لیے بے دریغ مال خرچ کرتے ہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم مصارف ہوں۔'' (بیہقی)

لیکن آج سب سے بہتر نکاح وہ مانا جاتا ہے جس میں فخر ومباہات اور نمود ونمائش کے ساتھ کثیر رقم خرچ کی جائے اور وقت کی بربادی ہو۔ نکاح کو محض ناجائز امنگوں اور آرزوؤں کی تکمیل کا موقع سمجھ لیا گیا ہے اور اس موقع پر طرح طرح کی رسمیں ایجاد کرلی گئی ہیں، جیسے منگنی، سلامی، شادی کارڈ، مائیوں بٹھانا، جوتا چورائی اور منہ دکھائی وغیرہ۔ بارات کو بھی نکاح کا اہم حصہ سمجھ لیا گیا ہے۔ کبھی لڑکے والے بارات لے جانے پر مصر ہوتے ہیں اور جبراً بہترین ضیافت کا مطالبہ کرتے ہیں تو کبھی لڑکی والے دکھاوا کرنے اور فخر جتانے کے لیے بارات بلانے پر اصرار کرتے ہیں، جب کہ یہ رسم سراسر غیر اسلامی ہے۔ یہ عمل ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے کھانے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُم بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرۃ:۱۸۸)

''آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔''

ایک اور قبیح رسم جہیز کی ہے۔ کسی گھر میں لڑکی جنم لیتی ہے تو اسی دن سے والدین اپنی آن اور بیٹی کی جان بچانے کے لیے جہیز کی تیاری میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ اس جہیز نے نہ جانے کتنی لڑکیوں کو مارا ہے۔ اس مطالبہ میں اکثر خواتین کا ہی اصرار ہوتا ہے۔ جہیز کی کمی کی وجہ سے لڑکی کی زندگی اجیرن بنادی جاتی ہے۔ اٹھتے بیٹھتے اس پر لعن طعن کے تیر برسائے جاتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں مہر کی ادائیگی میں کوتاہی برتی جاتی ہے، جب کہ مہر کو لازم کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ (النساء:۴)

''تم عورتوں کے مہر خوش دلی سے ادا کرو۔''

ہمارے معاشرے میں جوڑے گھوڑے کے بارے میں تو تفصیلات طے کی جاتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ لین دین ہوتا ہے، لیکن مہر کو جیسے تیسے مقرر کرلیا جاتا ہے، چنانچہ مہر کی

رقم یا تو بہت معمولی مقرر کی جاتی ہے یا بہت زیادہ۔ بسا اوقات جھوٹے وقار اور بڑے پن کا مظاہرہ کرنے کی غرض سے بہت زیادہ مہر مقرر کر لیا جاتا ہے، ادا کرنے کی نیت سے نہیں، بلکہ معاف کروا لینے کی غرض سے۔

مہر معجّل یعنی نکاح کے بعد فوراً مہر ادا کرنے کو افضل قرار دیا گیا ہے۔لیکن دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی مرد شادی کے موقع پر ہی مہر کو ادا کرنا چاہتا ہے تو معاشرے میں اس کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کہ اس کی نیت ٹھیک نہیں لگتی۔ وہ بیوی کو چھوڑنے کا یا دوسری شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

عائلی تنازعات اوران کے اسباب

جب ایک لڑکی بیاہ کر نئے گھر میں آتی ہے تو اس کا سابقہ اپنے شوہر کے ساتھ گھر کے دیگر افراد سے بھی پڑتا ہے، مثلاً ساس، سسر، نند، جٹھانی، دیورانی وغیرہ۔ ان رشتوں میں سب سے نازک اور اہمیت کا حامل رشتہ ساس بہو کا ہوتا ہے، جو اول دن سے ہی تنازع کا شکار ہوتا ہے۔ اگر بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس تنازع کی بنیادی وجہ ایک ہی شخص سے دونوں کا قریبی تعلق ہوتا ہے، جو دونوں کی امیدوں اور توقعات کا محور ہوتا ہے۔ ایک طرف ماں ہوتی ہے، جسے اس سے بے پناہ محبت اور فطری لگاؤ ہوتا ہے، تو دوسری طرف بیوی ہوتی ہے، جو اپنے والدین کا گھر اور ماحول چھوڑ کر نئے ماحول میں آتی ہے تو امید کرتی ہے کہ شوہر اس کی خوشی کو مقدم رکھے گا۔ تنازع کی دوسری وجہ ساس کے تحت الشعور میں ماضی میں بہو بن کر گزارے ہوئے ایام ہوتے ہیں۔ وہ ہر بات میں اپنے ماضی اور بہو کے حال کا موازنہ کرتی ہے۔ تیسری وجہ اقتدار و اختیار کی ہے۔ ساس چاہتی ہے کہ بہو میرے اشاروں پر چلے، یہاں تک کہ کہیں آنے جانے، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے میں بھی مجھ سے اجازت لے اور بہو کو اپنی زندگی میں ساس کی دخل اندازی گراں گزرتی ہے۔ ایک اور وجہ بدگمانی، بے اعتباری اور ایک انجانا سا خوف ہوتا ہے کہ بہو بیٹے سے زیادہ قریب ہو کر کہیں ہمیں اس سے دور نہ کر دے، لہٰذا بدگمانی کے سبب محاذ آرائی

شروع ہو جاتی ہے۔ ساس کے دل میں یہ خدشہ بھی رہتا ہے کہ بہو ہمارے بیٹے کی کمائی اور گھر کی چیزیں میکے یا ادھر اُدھر نہ بھیج دے۔ چناں چہ وہ بہو کو شک کی نظر سے دیکھتی ہے۔

اعلیٰ تعلیم یافتہ بہوؤں کے لیے پرانے خیالات کی ساس بڑا مسئلہ ہوتی ہے۔ بسا اوقات جہالت اور کم علمی بھی جھگڑے کا سبب بن جاتی ہے۔ اکثر ساس بہو میں کوئی اپنی دولت وحشمت، شکل وصورت، خاندانی زعم اور اعلیٰ تعلیم کی وجہ سے احساس برتری کا شکار رہوتی ہے، چناں چہ وہ دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتی ہے۔

بہو بیٹی کے درمیان تفریق اور بیٹی کے ساتھ ترجیحی سلوک بھی جھگڑے کی اہم وجہ ہوتی ہے۔ بیٹیوں کو بہوؤں پر فوقیت دی جاتی ہے اور انہی کے رائے مشورے سے پورا گھر چلتا ہے۔ کئی بہوؤں کے درمیان کسی ایک بہو کو ترجیح دینا اور ان کے درمیان عدل وانصاف نہ کرنا بھی جھگڑے کا سبب بنتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض بہوئیں بہت بد اخلاق ہوتی ہیں۔ وہ ساس اور نند کو تنگ اور پریشان کرنے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔ نند پر بلا وجہ رعب جماتی ہیں۔ وہ مرد کو اپنا شوہر اور اپنے بچوں کا باپ سمجھتی ہیں۔ وہ یہ بھول جاتی ہیں کہ میرا شوہر کسی کا بیٹا اور کسی کا بھائی بھی ہے۔ اس معاملے میں عموماً شوہر بھی برابر کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس کی محبت وشفقت اپنے بیوی بچوں کی طرف ہوتی ہے اور کم زور بوڑھے والدین کی اس کے نزدیک وہ اہمیت نہیں رہ جاتی جو پہلے تھی۔ ساس بہو کے جھگڑے میں عموماً فخر، غرور، جھوٹ، چغل خوری، غیبت، الزام تراشی، ٹوہ میں پڑنا، حسد، جلن، بغض وعداوت، ناانصافی اور عدم مساوات جیسی برائیاں جنم لیتی ہیں، جو اہل خانہ کے لیے دنیا اور آخرت میں ذلت و رسوائی کا سبب بن جاتی ہیں۔

اگر ساس اپنے ماضی میں جھانک کر مثبت طریقے سے اس کا تجزیہ کرے اور تعمیری رویہ اختیار کرے اور بہو اعلیٰ اخلاق اور حسن عمل سے اپنے سسرالی رشتہ داروں کا دل جیت لے اور بیٹا عدل کے ساتھ والدین اور بیوی کے حقوق ادا کرے، تو گھر جنت کا گہوارہ بن جائے گا۔

عائلی تنازعات کی ایک اور وجہ مشترکہ خاندانی نظام ہوتا ہے۔ ایک ساتھ رہنے کی

وجہ سے بعض دفعہ ایک دوسرے پر زیادتیاں ہوجاتی ہیں۔ بسا اوقات گھریلو افراد کی بے جا دخل اندازی ازدواجی زندگی میں اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ مرد جذباتیت کا شکار ہوکر تین طلاق کا اقدام کر بیٹھتا ہے۔

ازدواجی زندگی میں نااتفاقی کا ایک اور سبب 'غصہ' ہوتا ہے۔ شوہر اپنی بیوی کے کسی رویے سے مشتعل ہوتا ہے تو اس وقت بیوی کو چاہیے کہ وہ زبان درازی نہ کرے۔ کچھ وقت کے لیے خاموشی اختیار کرے اور شوہر کا غصہ ٹھنڈا ہونے پر اس سے گفتگو کرے۔ اور شوہر کو چاہیے کہ وہ نرمی و درگزر کا رویہ اختیار کرے، کبھی بیوی کو غصہ آجائے تو صبر وتحمل کا مظاہرہ کرے۔ لڑکی کے مائیکے والوں کی بے جا مداخلت اور لڑکی کا اپنے والدین کو سسرالی رشتے داروں کے نامناسب رویہ کی خبر دینا اور اسے برداشت نہ کرنا بھی عائلی تنازعات کا ایک سبب بنتا ہے۔

عائلی تنازعات کا ایک اور سبب معاشی ذمہ داری ہے۔ گھر کا خرچ چلانے کی ذمہ داری تو مرد کی ہوتی ہے، لیکن بعض گھرانوں میں کمانے والی بہو لانے کو ترجیح دی جاتی ہے اور اس کی پوری کمائی پر شوہر اپنا حق سمجھتا ہے۔ عورت اپنی مرضی سے خرچ نہیں کرسکتی۔ بعض گھرانوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ بہوئیں ملازمت کرنا چاہتی ہیں اور شوہر کے لیے یہ ناقابل قبول ہوتا ہے جو تنازع کا سبب بنتا ہے۔

ہمارے سماج میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض خواتین اپنے شوہر اور سسرالی رشتہ داروں کے گھریلو تشدد کو برداشت کرلیتی ہیں تو بعض خواتین رائج الوقت قوانین کا غلط استعمال کرکے شوہر اور سسرالی رشتہ داروں کو پریشان کرتی ہیں۔ بعض مقامات پر بہو کو خادمہ سمجھا جاتا ہے اور گھر کے سارے کام کاج کا بوجھ اس پر ڈال دیا جاتا ہے تو بعض گھرانوں میں بہوئیں گھر کے کام کو اپنے لیے عار سمجھتی ہیں۔

ازدواجی زندگی کی یہ ساری بے اعتدالیاں اسلام کی تعلیمات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ بعض اوقات بیوی پر اور بعض اوقات شوہر پر ظلم وزیادتی ہوتی ہے۔ اگر شوہر

اور بیوی دونوں اسلام کے عطا کردہ حقوق اور ذمہ داریوں کو توازن کے ساتھ ادا کریں تو ان گھریلو جھگڑوں سے نجات مل سکتی ہے۔ مسلم معاشرہ میں حقوق اللہ کو ادا کرنے کے سلسلے میں تو آمادگی اور تڑپ پائی جاتی ہے، لیکن حقوق العباد سے تقریباً بے پرواہی برتی جاتی ہے، جب کہ خاندانی زندگی میں انسانوں کا آپس میں ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اس معاملے میں احسان کی روش کو اپنانے پر زور دیا گیا ہے۔

تنازعات کو حل کرنے کے طریقے

میاں بیوی کے درمیان اتار چڑھاؤ آتے ہیں، ایک دوسرے سے شکایات ہوتی ہیں، کچھ تکلیف بھی پہنچتی ہے۔ اگر شوہر کو بیوی کے کسی رویے سے تکلیف پہنچے تو اسے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے، اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئاً
وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْراً كَثِيْراً ○ (النساء:۱۹)

''عورتوں کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو''۔

یعنی یہ بات پسندیدہ نہیں ہے کہ مرد ازدواجی تعلق کو ختم کرنے میں جلد بازی سے کام لے، بلکہ اسے چاہیے کہ عورت کو سمجھائے بجھائے، اس سے بھی شکایات دور نہ ہوں تو، خواب گاہ سے علیٰحدہ ہوجائے، حسب ضرورت ہلکی تنبیہ بھی کرسکتا ہے۔ میاں بیوی کے اختلافات ان کی انفرادی کوشش سے حل نہ ہوسکیں تو دونوں کے قریبی رشتہ داروں کو ان کے درمیان صلح صفائی کروانے اور ان کے تعلقات کو معمول پر لانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر اس کے باوجود بھی تنازع ختم نہ ہوسکے اور مرد و عورت کے درمیان منافرت قائم رہے تو اسلام نے مرد کو طلاق کا حق دیا ہے، اسی طرح عورت کو بھی علیٰحدگی کے لیے خلع، فسق نکاح، مباراۃ اور تفویض طلاق کے حقوق دیے ہیں۔ لیکن آپؐ نے یہ تاکید بھی فرمائی ہے کہ ''عورت سخت تکلیف کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق مانگے یعنی خلع لے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔'' (ابوداؤد)

طلاق کا نامناسب طریقہ اور اس کے نقصانات

مرد اور عورت کے درمیان علیحدگی کے لیے صرف ایک طلاق کافی ہے۔ بہ یک وقت تین طلاق دینا سخت گناہ اور قرآن مجید کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف ہے۔ ایسا کرنے والا گنہ گار اور اللہ و رسول کی ناراضگی کا مستحق ہوتا ہے۔ طلاق کے غیر شرعی طریقہ سے مرد اپنا حق رجعت کھو بیٹھتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص سے متعلق اطلاع ملی کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاق دے دی ہیں تو آپؐ سخت غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا: ''میری موجودگی میں کتاب اللہ سے کھلواڑ کیا جائے گا؟ (نسائی) (یعنی ایک ساتھ تین طلاق دینا کتاب اللہ کے ساتھ گستاخانہ کھیل اور مذاق ہے)۔

طلاق معمولی باتوں اور غصے میں دینا مناسب رویہ نہیں ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح نکاح کے وقت ایجاب وقبول کے دو بول کہہ کر اجنبی مرد عورت شادی کے بندھن میں بندھتے ہیں اسی طرح طلاق دینے سے یہ مضبوط رشتہ ختم ہو جاتا ہے۔

طلاق کا اثر ایک فرد تک نہیں رہتا اور نہ صرف اس سے دو افراد متاثر ہوتے ہیں، بلکہ اس سے خاندان کی اکائی ٹوٹ جاتی ہے پھر دونوں خاندانوں تک نفرت اور دشمنی پہنچتی ہے۔ نئی نسل کی بنیاد ہل جاتی ہے اور بہ تدریج پورا سماج ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔

سماج کا جائزہ لیا جائے تو تین طلاق کے اقدام میں عورت زیادہ متأثر ہوتی ہے۔ اچانک اس کا ٹھکانا چھن جاتا ہے۔ اگر اس کے والدین موجود ہوں تو وہ اسے لے جاتے ہیں یا وہ اس گھر سے نکلنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ والدین یا والد باحیات نہ ہوں تو اور بھی زیادہ مشکلات اٹھانی پڑتی ہیں۔ مطلقہ عورت کو معاشرے میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا، اسے برا بھلا کہتے ہیں اور طعنے دیے جاتے ہیں۔ اس کی دوسری شادی انتہائی مشکل ہوتی ہے۔ اگر بچے ہوں تو وہ ماں کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور ماں کی ممتا بھی بچوں کو اپنے سے جدا ہونے نہیں دیتی۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے مطلقہ کو عدت کے بعد نفقہ نہیں ملتا۔ لیکن اولاد کی کفالت باپ کے

ذمہ ہوتی ہے مگر عملاً اسے وہاں بھی خرچ بہت کم دیا جاتا ہے یا دیا ہی نہیں جاتا۔

یہ تو درمیانی طبقے کی صورت حال ہے، اس سے بھی زیادہ برے اور بگڑے حالات جھگی جھونپڑی میں رہنے والی خواتین کے ہوتے ہیں۔ وہ دن بھر محنت مزدوری کر کے کچھ پیسے کماتی ہیں، تو شرابی و جواری شوہر اس کو مار پیٹ کر رقم چھین لیتا ہے۔ بنیادی ضروریات سے محرومی، تعلیم کی کمی اور شوہر کے شراب نوشی اور دیگر بری عادتوں کی وجہ سے عورتیں مار پیٹ اور تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔

اکثر خواتین کو ان مسائل کا حل معلوم نہیں رہتا۔ کچھ خواتین جہالت کی بنا پر اور کچھ ناواقفیت کی بنا پر ان مسائل کے حل کے لیے پولیس اور عدالتوں کے چکر کاٹتی ہیں یا کسی NGO سے رابطہ کرتی ہیں، جہاں ان کی غلط راہ نمائی ہوتی ہے۔ کیس درج ہوتے ہیں، انھیں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وکیل بھاری فیس لیتے ہیں۔ تاریخ پر تاریخ ملتی ہے۔ کیس کو مضبوط کرنے کے لیے دونوں فریقین جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔ کیس کی تفصیلات عام ہوتی ہیں تو مخالفین کو اسلام کی عائلی تعلیمات کے خلاف انگلی اٹھانے کا موقع ملتا ہے اور میڈیا ایسے واقعات کو خوب کوریج دیتا ہے اور اسلام کے عائلی نظام کو عورت پر ظلم قرار دیتا ہے۔

مسلم معاشرے میں ان مسائل کے حل کے لیے کوئی شرعی نظام نہیں ہے۔ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ محلوں کا سروے کر کے ازدواجی اور معاشرتی صورت حال معلوم کی جائے۔ ہر جگہ کونسلنگ سینٹر، شرعی پنچایتیں اور دار القضا کا نظم کیا جائے، تاکہ اس صورتِ حال پر قابو پایا جا سکے اور اسلام کی تعلیمات سے مسلمان واقف ہو سکیں اور اپنے مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں حل کر سکیں۔

تعدد ازواج

اسلام کے عائلی قوانین فطری ہیں جو فرد، خاندان اور معاشرے کے لیے باعث رحمت ہیں۔ تعدد ازواج بھی ان ہی قوانین کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی

اجازت دی ہے، حکم نہیں۔ اور اس کے لیے عدل کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ عدل نہ کر سکنے کی صورت میں ایک بیوی پر ہی اکتفا کرنے کا حکم دیا ہے۔ تعدد ازواج کی اجازت کا ایک پہلو سماج میں موجود مطلقہ، بیوہ اور بے سہارا خواتین کی دادرسی کے لیے ہے، تاکہ یہ طبقہ اپنی فطری خواہشات کی تکمیل جائز حدود میں رہ کر پوری کر سکے، اس کے لیے کوئی ناجائز قدم اٹھا کر سماج کو آلودہ نہ کرے۔

تعدد ازواج کی اجازت مردوں کو عیاشی کا موقع فراہم کرنے کے لیے نہیں، بلکہ یہ مردوں کی ذمہ داریوں میں زبردست اضافہ ہے کہ اس کے ذریعے ان پر متعدد بیویوں کے درمیان عدل، یکساں برتاؤ، حسن سلوک اور ایک سے زائد بیویوں، بچوں کے خرچ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ شادی کر کے مرد بیوی بچوں کا خرچ، ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی جسمانی وروحانی پرورش کے لیے فکر مند ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جسے عیاشی کرنی ہوتی ہے تو اس کے لیے زیادہ آسان ہے کہ وہ نکاح کے بغیر مختلف عورتوں سے خفیہ آشنائی اور جنسی تعلقات قائم کرے۔ اس طرح اسے نہ کسی کے لیے کھانا کپڑا، مکان کا بندوبست کرنا پڑے گا نہ کسی کی صحت اور تعلیم وتربیت کے لیے فکر مند ہونا پڑے گا۔

عورت کا حقِ وراثت

اسلام نے وراثت میں عورت کا بھی حصہ مقرر کیا ہے۔ یہ حصہ بعض صورتوں میں مرد کے برابر اور بعض صورتوں میں مرد کا نصف ہے۔ جن صورتوں میں عورت کو مرد کے نصف حصہ کے بقدر ملتا ہے، اس کی حکمت یہ ہے کہ عورت پر کسی طرح کے خرچ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ جب کہ اس کے بالمقابل مرد پر کئی طرح کی مالی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ اس کو نکاح کے وقت مہر دینا ہوتا ہے، بیوی بچوں، بہنوں اور والدین کی کفالت کرنی پڑتی ہے۔

ہمارے معاشرے میں عورت کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا۔ اس کی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ لڑکی کے نکاح کے وقت اسے جہیز کی شکل میں اس کا حصہ دے دیا جاتا ہے۔ ضرورت ہے کہ جہاں ایک طرف جہیز کی قبیح رسم کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے، وہیں

وراثت میں عورتوں کا جو حصہ شریعت نے مقرر کیا ہے، اس سے انھیں محروم نہ کیا جائے اور خوش دلی کے ساتھ اس کو ادا کیا جائے۔

ہمارے کرنے کے کام

۱- سب سے پہلا کام علمی وفکری تیاری ہے۔ ہم خواتین کو چاہیے کہ قرآن وحدیث کو سمجھ کر پڑھیں اور خاص طور پر اسلامی عائلی تعلیمات کو گہرائی کے ساتھ جانیں اور اسی کے مطابق خوش گوار تعلقات کو فروغ دینے کی کوشش کریں۔

۲- دوسرا کام اولاد کی تربیت کا ہے۔ ان کی جسمانی پرورش کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت کی طرف متوجہ ہوں۔ اپنی اولاد میں اللہ کے حاضر وناظر ہونے اور آخرت کی جواب دہی کا احساس پیدا کریں اور جب وہ شادی کی عمر کو پہنچ جائیں تو اسلام کی عائلی تعلیمات سے واقف کروائیں۔

۳- آسان نکاح کو رواج دیا جائے اور بے جا رسوم ورواج سے اجتناب کیا جائے۔

۴- کونسلنگ سینٹر، شرعی پنچایتیں اور دار القضا کے قیام کی کوشش کی جائے۔ اپنے خاندان، رشتہ داروں، دوست احباب اور محلے میں کہیں عائلی تنازعات ہو جائیں تو اسے کونسلنگ سینٹر، دار القضا اور شرعی پنچایتوں سے حل کروائیں۔

۵- حالات حاضرہ پر نظر رکھیں Print Media اور Electronic Media کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کے خلاف جو غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہوں، ان کا مدلل جواب دیں۔

۶- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو پڑوسی دین کا علم جانتے ہوں وہ ان پڑوسیوں کو دین کا علم سکھائیں جو دین نہیں جانتے۔ اور جو پڑوسی دین کا علم نہیں جانتے ان کی ذمہ داری ہے کہ ان پڑوسیوں سے دین کا علم سیکھیں جو دین کا علم جانتے ہیں۔ (طبرانی)

اس حدیث میں دین کا علم جاننے والوں اور نہ جاننے والوں کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ پڑوس اور محلے میں دینی اجتماعات ہو رہے ہوں تو اس میں شرکت کریں اور اگر کوئی ایسا نظم نہ ہو تو خود دینی

اجتماعات شروع کریں۔

۷- اجتماعی زندگی گزاریں، کیوں کہ آپؐ نے انفرادی زندگی کے بجائے اجتماعیت کے ساتھ رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

۸- اپنے شہر یا گاؤں میں پائے جانے والے Slum Areas کا سروے کریں۔ وہاں ازدواجی زندگی، معاشرتی مسائل، صحت، صفائی، روزگار اور معاشی صورت حال کا جائزہ لیں اور اسے حل کرنے کی کوشش کریں۔

۹- اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ، درمیانی طبقہ اور ناخواندہ طبقہ، سب میں اسلام کی عائلی تعلیمات کو پہنچانے کی منصوبہ بندی کریں۔

۱۰- محلے کی مساجد میں خواتین شرکت کرنا چاہتی ہوں تو ان کے لیے سہولت فراہم کرنے کے سلسلے میں مسجد کی کمیٹی کے ذمہ داروں کو متوجہ کریں تاکہ خواتین وہاں اسلامی تعلیمات، عبادات اور اپنے مسائل کو علما حضرات تک پہنچا سکیں اور ان کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں معلوم کرسکیں۔